فتح الباری اور صاحب فتح الباری حضرت شیخ کے اقوال کی روشنی میں

از: عبد السلام الخطیب بھٹکلی ندوی

استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری ثم السہارنپوریؒ کا حدیث وعلوم حدیث سے تعلق بہت مشہور ہے، آپ نے اپنی تدریسی زندگی کا تقریبا پورا حصہ حدیث کی تدریس وتحقیق اور اس کی نشر واشاعت میں گذارا، آپ اس دور کے امیر المؤمنین فی الحدیث کہلائے، اور آپ کے انتقال کے بعد بہت سے اہل علم حضرات نے آپ کے لئے اس لقب کا استعمال کیا۔

حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ کا حدیث میں بھی اختصاصی موضوع بخاری شریف رہا، آپ نے اس کتاب کو جامعہ ''مظاہر علوم'' میں پچاس سال تک پڑھایا، آپؒ اس کتاب کے ترجمان، مؤلف کتاب کے عاشق اور ان کے متدلات وترجمۃ الباب کے شارح ومؤید تھے، بخاری شریف کی تدریس کے لئے، حضرت شیخ اس کتاب کی شروحات اور اس موضوع سے متعلق کتابوں سے خوب استفادہ کرتے رہتے تھے، بخاری شریف پر اگر کوئی نیا کام چھپ کر آتا، تو آپ اس کو بھی منگوا کر دیکھتے، کوئی نئی اور قابل استفادہ چیز ملتی، تو اس کو اپنی کتاب کے حاشیے پر نقل فرماتے۔

بخاری شریف سے مسلسل تدریسی وتحقیقی تعلق کے ایک طویل عرصہ تک قائم رہنے کی وجہ سے حضرت الشیخؒ کا اس کی شروحات اور اس سے متعلق کتابوں سے بڑا اور بار بار کے مطالعے اور اَخذ واستفادے کا تعلق رہا۔

چونکہ حضرت الشیخ کا مزاج علمی وتحقیقی تھا، خاص کر حدیث کے مختلف طُرُق پر نظر رکھنا، حدیث کے رواۃ اور ان کے مقام سے واقفیت جرح وتعدیل کے پہلوؤں سے تعلق، بخاری شریف کو ایک حدیث کی کتاب ہونے کی حیثیت سے پڑھانے کا مزاج اور امام بخاری کے ایک محبوب تلمیذ ومتبوع اور ان کے ترجمۃ الباب یعنی امام بخاری کے رجحانات ومواقف کے سچے ترجمان کی حیثیت سے اس کتاب کی تشریح کرنے کا مزاج تھا، اس لئے بخاری کی شروحات میں بھی آپ کا زیادہ علمی وقلبی تعلق بخاری شریف کی بالاتفاق سب سے عظیم اور ممتاز ومقبول شرح ''فتح الباری'' اور اس کے مؤلف علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ سے رہا۔

حافظ ابن حجر (۷۷۳ھ م ۸۵۲ھ) جن کا نام احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن محمود بن احمد بن حجر کنانی العسقلانی ہے، اپنے زمانے کے بہت بڑے محدّث، فقیہ، مؤرخ اور ادیب تھے، انھوں نے مختلف موضوعات پر بہت سی مقبول ومتداول کتابیں تحریر فرمائیں، جن کو آج بھی اہل علم حضرات بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور اس سے استفادہ کرتے ہیں، حافظ ابن حجر کی تألیفات میں بھی ''فتح الباری'' ان کے علمی وتصنیفی کارناموں میں ایک بڑا زبردست شاہکار اور علم حدیث وفنّ حدیث کا ایک دائرۃ المعارف ہے، اس شرح نے اسلامی علوم کے مؤرخ ومفکر علامہ ابن خلدون کے اُس چیلنج یا مطالبہ کو پورا کر دکھایا، جس میں انھوں نے کہا تھا کہ بخاری شریف کی ایک بہترین علمی وفنّی شرح اس امت پر قرض ہے، فتح الباری کا مطالعہ کرنے والے ذی علم ووسیع الفکر حضرات نے فرمایا، کہ اس شرح نے وہ قرض ادا کر دیا۔ بہرحال اس شرح میں حافظ ابن حجرؒ نے حدیث کی تشریح میں مختلف حدیث کے مراجع ومصادر سے احادیث نقل کر کے حدیث کی شرح حدیث سے کرنے کی کوشش کی ہے، احادیث کے درجات پر کلام بھی فرماتے ہیں، فقہی مسائل اور اس کے متدلات بھی ذکر کرتے ہوئے راجح مرجوح کی بحث اور فقہاء کرام کے فقہی متدلات پر نقد بھی ہوتا ہے، اور چونکہ ابن حجر خود صاحب دیوان شاعر اور بعض ان کے سیرت نگاروں کے مطابق فطری ادیب ہیں، اس لئے زبان بڑی اچھی استعمال کی ہے، اور بڑے سلیقے سے مرتب کیا ہے۔

تو ہمارے حضرت الشیخ اپنی اس محسن کتاب فتح الباری اور اس کے مؤلف اور ہمارے حضرت الشیخ کے الفاظ میں ان کے سب سے بڑے محسن حافظ

ابن حجر کا بہت تذکرہ فرماتے رہتے تھے، ''فتح الباری'' کا پورا سیٹ تو آپ کی نشست گاہ کے قریب مستقل لگا رہتا تھا، اور اپنی صحت کے زمانے میں خوب اس کو دیکھتے رہتے تھے، اور اس نسخہ پر حضرت والا کے جا بجا تحریر کردہ حواشی بھی موجود ہیں، جو الگ سے مرتب ہونے چاہئیں، فتح الباری اور شرح مسلم للامام النووی کا آپ مشکوٰۃ شریف کی تدریس کے زمانے ہی سے مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔

ذیل میں حافظ ابن حجر سے متعلق حضرتؒ کی چند باتیں نقل کی جارہی ہیں:-

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: بچو! میں نے سب حافظ سے سیکھا ہے، بخاری کی تدریس کی پوری عمر حافظ کے ساتھ گذری، ہاں دوسروں سے بھی استفادہ کیا ہے، مگر میرے اصل استاد حافظ ہیں، یہ بہت بڑے آدمی تھے، مگر حافظ ابن عساکر جیسے نہیں، بلکہ ذہبی سے بھی کم۔

ایک مرتبہ فرمایا: حافظ تو سمندر ہیں، بحر الجور ہیں، میں نے کوشش کی ہے کہ دیکھوں انھوں نے کہاں تک غواصی کی ہے، ان کا بڑا ہاتھ ہے، میرا چھوٹا ہاتھ ہے۔

ایک مجلس میں حافظ ابن حجر کی تعریف کرتے ہوئے فرمانے لگے: حافظ ابن حجر اپنے زمانے کے سب سے عبقری شخص تھے، ان کے سامنے (قلتُ) کہنا آسان نہیں ہے، لیکن بچو! علم ناپیدا کنار سمندر ہے کسی پر ختم نہیں ہوتا، یہ جو اہل حدیث حضرات سمجھتے ہیں کہ حافظ کی بات حرف آخر ہے، ایسا نہیں ہے، کسی کی بات پر اضافہ ہوسکتا ہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: حافظ ابن حجر پر قلم اٹھانا آسان نہیں ہے، ہاں اس پر زیادتی ہوسکتی ہے، اسی طرح فرمایا کہ: ابن حجر پوری دنیا پر حاوی نہیں تھے، لیکن کام بہت کیا ہے، اسی طرح ''فتح الباری'' کے تعلق سے فرمانے لگے کہ'' حافظ نے فتح الباری پر بڑی محنت کی ہے، اور اس کو بڑے سلیقے سے مرتب کیا ہے، اور شیخ نے اس کتاب کو اپنی ان اہم اور محسن کتابوں میں شمار کیا ہے، جن کے مطالعے سے طبیعت میں حدیث سے مناسبت اور اس کا ذوق پیدا ہوا، اور جرح وتعدیل کا ذہن بنا۔ اسی کے ساتھ حضرت الشیخ کے شاگرد اور آپ سے علمی واصلاحی تعلق رکھنے والے حضرات خوب جانتے ہیں کہ حضرت کسی بھی بڑے سے بڑے امام، محدث اور عالم کے زرے اور جامد مقلد تو ہو ہی نہیں سکتے تھے، آپ کے یہاں تو اُخذ وترک کا معاملہ چلتا رہتا تھا، یہی حال آپ کا اپنے اس محبوب محسن کے ساتھ بھی رہا، اور ان کی بعض آراء سے اختلاف بھی کیا، جس کا حضرت پر لکھنے والے اہل قلم حضرات بڑی اہمیت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، اور اس کا تذکرہ ہونا بھی چاہئے، کہ حافظ ابن حجر جیسی اپنے فن کی ماہر و پختہ کار شخصیت پر علمی انداز میں اعتراض کرنا، یا اُن کی بعض باتوں کا استدراک کرنا یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے، اس کے لئے تو ہمارے حضرت الشیخ جیسا ذی علم، وسیع المعلومات اور فن پر گرفت رکھنے والا شخص ہی چاہئے، ویسے سرسری طور پر یہ کہہ دینا کہ حافظ صاحب نے تعصب سے کام لیا ہے، یا کسی طبقہ پر ظلم کیا ہے، یا کسی جگہ پر تجاہل عارفانہ برتا ہے، یہ تو فتح الباری کے مطالعہ کے بغیر بھی مجلس گرمانے، طلبہ کو ہنسانے اور ان کو علمی ماحول سے نادانستہ طور پر دور رکھنے کے لئے کہا جاسکتا ہے، بہر حال ہمارے حضرت الشیخ کی حافظ ابن حجرؒ پر نقد کے تعلق سے بھی بعض باتیں ملاحظہ فرمائیں:-

ایک مرتبہ ایک علمی مجلس میں فرمایا: حافظ میرے سب سے بڑے محسن ہیں، مگر میں سب سے زیادہ انہی پر اعتراض کرتا ہوں، حافظ زندہ ہوتے تو خوش ہوتے، میں کہا کرتا ہوں، کہ وہ میرے چچا ہیں (چونکہ علماء وائمہ میں حضرت امام بخاریؒ کی صحیح بخاری کے بعد انہی کی کتابوں سے زیادہ تعلق رہتا تھا، اسی لئے فرمایا ہوگا)

اسی طرح ایک مرتبہ فرمایا: حافظ سے ہم نے بہت کچھ سیکھا، ان پر میں نے سو سے زائد اعتراضات کئے، لیکن ان کو ہم کچھ نہیں کہتے، ان کا ہم پر بڑا احسان ہے، یہی بات ایک مرتبہ اس طرح کہی کہ'' حافظ کی ہر رائے سے تو ہمیں اتفاق نہیں، لیکن مخالفت کا اظہار بھی نہیں چاہتے، بیچ کی راہ اختیار کرنا چاہتے ہیں۔

ایک مرتبہ فقہ حنفی کی مشہور و متداول کتاب ''ھدایۃ'' کی احادیث کی تخریج کرنے والے ''صاحب نصب الرایۃ'' علامہ زیلعی، جن کو ہمارے حضرت الشیخ اپنے پسندیدہ علماء و مؤلفین میں شمار کرتے تھے، ان کے تعلق سے فرمایا کہ: حافظ زیلعیؒ امام الحنفیۃ بڑے مخلص اور منصف شخص تھے، حافظ صاحب کسی سے دبتے تھے، تو بس انہی سے دبتے تھے، انھوں نے کسی حدیث کو غریب کہہ دیا، تو پھر حافظ جی کا قلم نہیں چلتا تھا۔

ایک مرتبہ اس عاجز کی سہارنپور حاضری کے موقع پر فرمایا کہ ’’مجھے ایک مرتبہ ایک عبارت کی تلاش تھی، مگر کہیں نہیں ملی، زمخشری کی ’’الفائق ‘‘ اور علامہ ابن اثیر کی ’’ النهاية فی غريب الحديث والأثر ‘‘ دیکھی، اس میں بھی نہیں ملی، پھر یہ چچامیاں (حافظ ابن حجر) کے یہاں ملی، مگر انھوں نے عبارت نقل نہیں کی ہے، بات اپنے حافظے سے لکھ کر ان کی طرف انتساب کیا، حافظ بھی ان کا بہت بڑا تھا۔

کسی کی بات نقل کرتے وقت یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ بات صحیح نقل کی جائے، اور جہاں سے اور جس سے لیا گیا ہے، اس کا حوالہ دیا جائے، ایک عربی شاعر کہتا ہے:

ونُص الحديث الیٰ أهله　　　فان الأمانة فی نصه

علماء و محققین اس کا بڑا خیال رکھتے تھے، علامہ ابن حجر تو اپنے متقدمین سے استفادے اوران کی چیزوں کو حوالہ کے ساتھ نقل کرنے یا اس کی تلخیص اپنی عبارت میں پیش کرنے میں بہت ممتاز تھے، علامہ کی کئی کتابیں ایسی ہیں، جو ان کے قدماء کی کتابوں کی حذف واضافہ کے ساتھ تلخیص کہی جاسکتی ہے۔

اس تعلق سے گفتگو فرماتے ہوئے حضرت الشیخ ایک مرتبہ کہنے لگے: حافظ میں ایک کمزوری ہے، وہ کبھی دوسروں کی بات لیتے ہیں، کبھی پوری پوری عبارت نام لیے بغیر نقل کردیتے ہیں، مگر اللہ کے یہاں حافظ کی مقبولیت تھی، اس لئے ان کی کتاب چلی، اس سلسلے میں ہمارے حضرت الشیخ نے اپنے محبوب اور قرآن و حدیث اور دوسرے علوم اسلامیہ کی ایک بہت ہی ممتاز ومنفرد، نادرۂ روزگار شخصیت شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ اوران کے ممتاز شاگرد اوران کے علوم کے حافظ ومرتّب اوراس کے ناقل وناشر علامہ ابن القیم الجوزیہ کا نام لیا کہ حافظ ابن حجر نے ان حضرات کی طویل طویل عبارتیں بعض مرتبہ نقل کی ہیں، لیکن ان کا نام نہیں لیا۔

تو اس موقع پر اُس مجلس میں حاضر بعض شیخ سے تعلق رکھنے والوں نے عرض کیا: کہ حضرت اُس دور میں تو ان حضرات کا نام لینا اوران کی طرف منسوب کرکے کسی تحقیق کو بیان کرنا بڑا مشکل کام تھا، عام علماء ان حضرات سے ان کی بعض آراء اور بعضے تفرّ دات کی بناء پر بہت بُعد رکھتے تھے، بلکہ اچھے خاصے علماء ان حضرات سے بدظن تھے، یہ کام تو مسند الھند حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے بھی اپنی کتابوں میں کیا ہے، تو حضرت خاموش رہے، بس اتنا فرمایا کہ ہاں شاہ صاحب کے یہاں اس طرح کی چیزیں بہت ملتی ہیں (یعنی بغیر حوالہ دیے نقل کرنا)، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کا نام آگیا تو یہ بھی بتا تا چلوں کہ شیخ الفاظِ حدیث کے نقل وغیرہ میں حافظ ابن حجر کو اپنا امام سمجھتے تھے، تو معانی حدیث اوراس کے مفاہیم کے سمجھنے کے لئے علامہ ابن تیمیہ کو ایک مرتبہ فرمانے لگے ’’حافظ کسی کو چھوڑتے نہیں سب پر تنقید کرتے ہیں، حافظ کی ’’ الاصابة ‘‘ اور ’’ تهذيب ‘‘ میں ایک دو نہیں سینکڑوں غلطیاں ہیں، لیکن انھوں نے ’’ فتح البارى ‘‘ پر بڑی محنت کی ہے، فتح الباری تو حافظ ابن حجر کی سب سے اہم اور مقبول کتاب اور ہمارے حضرت الشیخ کی بڑی محبوب ومحسن کتاب تھی، اس کے تعلق سے بھی خوب باتیں ارشاد فرماتے رہتے تھے، شیخ کے تلامذہ واہل علم متعلقین کو تو فتح الباری کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے، اس کتاب کے تعلق سے ایک مرتبہ فرمایا کہ ’’حافظ نے اس پر بڑی محنت کی ہے‘‘ اسی طرح لکھنے کے انداز پر تبصرہ کرتے ہوئے کہنے لگے ’’حافظ میں لکھنے کا سلیقہ بہت ہے، حسن سلیقہ میں وہ یدطولیٰ رکھتے ہیں، ایک مرتبہ علامہ شوکانی (مشہور تفسیر ’’فتح القدیر‘‘ اور حدیث کی کتاب ’’نیل الأوطار‘‘ کے مؤلف) سے کسی نے کہا کہ بخاری کی شرح لکھ دیں، تو انھوں نے اپنے مخصوص انداز میں معذرت کرتے ہوئے فرمایا ’’ لا هجرة بعد الفتح ‘‘ پھر حضرت شیخ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ’’لیکن اب بھی کوئی غور کرے، تو اس میں بہت اضافہ کیا جاسکتا ہے، کسی کی بات حرف آخر نہیں ہوتی، ایک موقع پر ارشاد فرمایا ’’دین کی ابتدائی اور عمومی معلومات کے تعلق سے ’’ مشكوٰة المصابيح ‘‘ دیکھ لی جائے، اور علمی وتفصیلی معلومات کے لئے فتح الباری۔

ایک مرتبہ دوران درس اپنے فتح الباری سے انتخاب واستفادے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ بچو! میں سب باتیں فتح الباری سے بیان نہیں کرتا ہوں، بلکہ چنتا ہوں، اس لئے قدر کرنا چاہئے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ بہت بڑے محقق ومحدث اور کئی علمی کتابوں کے مصنف تھے، اور مسلکا شافعی تھے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے حضرت الشیخ کے بعض شافعی مستفیدین ومحبین یہ سمجھیں کہ صحیح بخاری پر حافظ ابن حجر کے علاوہ کسی نے کوئی کام ہی نہیں کیا ہے، اور تو ایک مرتبہ اس عاجز اور حضرت سے تعلق

رکھنے والے ممتاز محقق، کئی کتابوں کے مصنف، ندوہ کے استاذ تفسیر وحدیث، اور حضرت الشیخ کی بڑی علمی وروحانی توجہ اور علمی اعتماد حاصل کرنے والے مولانا فیصل احمد صاحب ندوی زید مجدہ کی موجودگی میں اپنے ان دونوں خوردوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''علامہ عینیؒ نے بخاری شریف پر بڑا کام کیا ہے، عمدۃ القاری بڑی اہم کتاب ہے، علامہ عینی بہت بڑے عالم تھے، لیکن حافظ میں سلیقہ بہت تھا۔

اور یہ واقعی بڑی اہم بات ہے کہ علامہ عینیؒ کا کام بھی بڑا وقیع ہے، الفاظ کی تحقیق حدیث کے بلاغتی پہلو کو بیان کرنا، فقہی مسالک کو بڑے اچھے انداز میں نقل کرنا، فقہ حنفی کی جزئیات وغیرہ کا تذکرہ کرنا، عمدۃ القاری کے مؤلف کی بڑی اہم خصوصیات ہیں، علماء اور بخاری شریف سے تدریسی تعلق رکھنے والوں کو اس شرح سے خوب خوب فائدہ اٹھانا چاہیے۔

یہ چند باتیں ہمارے حضرت الشیخ کے ملفوظات وفرمودات کی روشنی میں فتح الباری وصاحب فتح الباری کے تعلق سے نقل کی گئی ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسرے علماء ومحدثین کی شیخ کے یہاں قدر نہیں تھی، بلکہ بہت سے علماء ومشائخ کا تذکرہ فرماتے رہتے تھے، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کے تعلق سے تو بڑے جوش وجذبہ سے گفتگو فرماتے تھے، اوران کی بعض آراء کو بڑے اہتمام کے ساتھ اپنے دروس میں ذکر فرمایا کرتے تھے۔

لیکن اس مضمون کا تعلق ہمارے حضرت الشیخ اور حافظ ابن حجرؒ سے ہے، اس لئے یہاں حافظ ابن حجرؒ کا زیادہ تذکرہ کیا گیا ہے، دوسری ایک بات یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس عاجز کا تعلق بھٹکل سے ہے، جہاں کے مسلمانوں کی آبادی فقہی مسائل میں امام شافعیؒ کے اجتہادات وترجیحات کو ترجیح دیتی ہے، یعنی ''شوافع'' کہلاتی ہے، اور حافظ ابن حجر بھی شافعی تھے، تو اس مناسبت سے ہم لوگوں کی موجودگی میں شیخ ان کا ذکر زیادہ کرتے ہوں گے، ایک دومرتبہ اپنے درس میں بھی اس عاجز کا نام لے کر فرمایا کہ شروع شروع میں میں جب ابن حجر پر اعتراض کرتا تھا تو اس کے چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا، بعد میں تو یہ سمجھ گیا کہ میں یوں ہی اعتراض نہیں کرتا ہوں، اللہ ہمارے حضرت الشیخ پر رحم فرمائے، اوران کے علمی وروحانی فیوض کو عام فرمائے۔